صحابی رسول ﷺ تھے۔ اور زندگی کا ایک ایک لمحہ اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق بسر کیا اور خاص کر جب خلافت کا بوجھ کندھوں پر آیا۔ تو احساس ذمہ داری اور بڑھ گیا۔ پوری امت مسلمہ کو امانت سمجھتے۔ ان کی بہتری کے لیے دن رات کام کرتے۔ اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ شام، فلسطین، مصر، عراق اور فارس آپ کے عہد مبارک میں سلطنت اسلامیہ میں شامل ہوئے اور دعوت اسلام کا بول بالا ہوا۔ آپ نے اسلامی حکومت کی تطبیقی شکل پیش کی۔ اور بتایا کہ انسانی زندگی میں اسلامی دستور پر کس طرح عمل ہوتا ہے۔ آپ نے انسانی حقوق کے لیے وہ اصلاحات متعارف کرائیں۔ جن سے آج بھی کوئی فلاحی ریاست کا مستغنی نہیں ہوسکتی۔ پولیس، فوج اور سرکاری ملازمین کے لیے ضابطہ اخلاق مرتب کیا۔ بیت المال کا نظام، یتیم، بیوگان، بے سہارا اور مساکین کے لیے وظائف مقرر کیے۔ غیر مسلموں کے لیے بیت المال کا الگ نظام متعارف کرایا۔ ان میں سے کمزور ضعیف اور بوڑھوں کے لیے وظائف لگائے۔ عدل وانصاف پر مبنی قانون نافذ کیا جو بلاتفریق سب پر لاگو تھا۔ آپ نے حقیقی صحیح اسلامی معاشرہ تشکیل دیا۔ جو قیامت تک کے لیے ایک عمدہ مثال ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی طرز حکمرانی کو نہ صرف سمجھا جائے۔ بلکہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسی اسلوب کے ساتھ حکومت کی جائے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ آج بھی عدل وانصاف پر مبنی وہی ماحول پیدا نہ ہو جو اس وقت تھا اور لوگ امن آشتی اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں۔ محرم الحرام کا مہینہ ان کی یاد تازہ کرتا ہے۔

اسی طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی مشعل راہ ہے۔ آپ نے پیارے پیغمبر ﷺ کی گود میں تربیت پائی۔ زندگی گزارنے کے تمام گر سیکھے۔ دکھ سکھ میں کیا طرز عمل ہونا چاہیے اپنے نانا سے مکمل رہنمائی حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ جب آزمائش کا دور شروع ہوا تو پوری استقامت اور صبر وتحمل کے ساتھ اسکا مقابلہ کیا اور ذرا بھی واویلا نہیں کیا۔ جس بات کو حق سمجھا اس پر ڈٹ گئے اور اسی پر اپنی جان فرمان کردی لیکن اف تک نہیں کیا۔ ہمارے لیے بھی یہی سبق اور درس ہے کہ پہلے حق کو سمجھیں اور جب یہ بات یقین کو پہنچ جائے تو پھر اس پر پوری استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ کوئی لالچ عہدہ منصب متزلزل نہ کر سکے اور اگر قربانی دینی پڑے تو بخوشی قبول کرلے۔ کاش آج ہم اس فلسفے کو سمجھ سکیں۔

خطبہ حج، مسلمانوں کی حقیقی ترجمانی!

مفتی اعظم سعودی عرب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن صالح آل الشیخ نے خطبہ حج میں جن اہم مسائل کی نشاندہی کی اور ان کے حل کے لیے جو قابل عمل تجاویز پیش کیں وہ تمام مسلمانوں کی حقیقی ترجمانی ہے۔ انہوں نے جن باتوں کا تذکرہ کیا انہیں اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے!

1- جعلی اور جھوٹی جمہوریت سے اسلامی نظام حکومت بدا چھا بہتر اور افضل ہے۔
2- مسلمانوں کو تعلیم پر توجہ دینی چاہیے اور بالخصوص ٹیکنالوجی کے حصول اور تعلیم پر اپنے وسائل صرف کرنے چاہیے۔
3- انتہا پسندی اور شدت پسندی سے اجتناب کریں، صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکالمہ کی فضا پیدا کریں۔
4- غیر ملکی بینکوں سے سرمایہ اپنے اپنے ملک میں لانا چاہیے۔ تاکہ معاشی حالات بہترین ہوسکیں۔

بد قسمتی سے اس وقت دنیا میں 59 اسلامی ممالک ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی مثالی اور فلاحی ریاست کا درجہ نہ پا سکا۔ خاص کردہ ممالک جہاں جمہوریت کے ذریعے حکومتیں موجود ہیں۔ سب سے زیادہ بدامنی اور لاقانونیت کا شکار ہیں۔ ان ممالک میں قانون شکنی ایک کلچر بن چکا ہے۔ اور لوگ اپنا بڑا پن دکھانے کے لیے قانون کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان ممالک میں جہالت‘ غربت‘ پسماندگی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ عدل و انصاف اور انسانی حقوق نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ کرپشن‘ بھتہ خوری ایک فن بن چکا ہے۔ بنیادی ضرورت کے لیے لوگ در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم سعودی عرب نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے خطبہ حج میں ان موضوعات کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے بجا فرمایا کہ جعلی اور جھوٹی جمہوریت سے اسلامی نظام حکومت بدرجہا بہتر ہے۔ جس میں کم از کم انسانی بنیادی حقوق عدل و انصاف کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اور مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی سکھ کا سانس لیتے ہیں۔

آج سب سے اہم چیلنج تعلیم ہے۔ مسلمان ممالک (الا ماشاء اللہ) کی شرح خواندگی مایوس کن ہے۔ تعلیم ہی اگر نہ ہو تو پھر سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کا کیا تصور ہوگا۔ مسلمان ممالک کی کوئی یونیورسٹی کسی گنتی اور شمار میں نہیں۔ معیار تعلیم ناگفتہ بہ ہے۔ جبکہ تحقیق و جستجو کے لیے وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مفتی اعظم نے پوری امت مسلمہ کو جھنجوڑا ہے کہ مسلمان تعلیم اور خاص کر ٹیکنالوجی کے حصول کی سنجیدہ کوشش کریں۔ اس کا باقاعدہ اہتمام کریں اور مسلمان نوجوانوں کو اس کام پر لگائیں تاکہ اغیار کی محتاجگی ختم ہو۔

بدامنی انتہا پسندی اور عدم برداشت نے مسلمان معاشرہ کو تباہ کر دیا اور اسی وجہ سے آج مسلمان لاتعداد مسائل کا شکار ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے سے انتہا پسندی اور عدم برداشت کو ختم کیا جائے یہ ایک خاص فکر ہے جس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔ تمام علماء‘ مشائخ‘ دانشوروں اور اساتذہ کا بنیادی فرض ہے کہ وہ اپنا کردار ادا کریں۔ صبر و تحمل کی فضا پیدا کریں اختلاف کی شکل میں باہمی مکالمے کی ابتداء کریں اس سے ایک دوسرے کے موقف کو سمجھنے کا موقعہ ملے گا۔

حالات سازگار نہ ہونے کے سبب اکثر اسلامی ممالک کے صاحب حیثیت لوگوں نے سرمایہ دوسرے ممالک میں منتقل کر رہے ہیں خصوصاً یورپی ممالک کے بینکوں میں پیسہ جمع کر رکھا ہے۔اگر یہ سرمایہ ان اسلامی ممالک میں منتقل ہو جائے تو ان کی قسمت بدل جائے۔لہٰذا تمام سرمایہ داروں کو چاہیے کہ وہ پہلی فرصت میں سرمایہ اپنے ممالک میں منتقل کریں۔اس سے ان کے ممالک کی اقتصادی حالت بہتر وہ جائے گی۔

ہم ان سطور کے ذریعے مفتی اعظم سعودی عرب کے خطبہ حج کی حرف بحرف تائید کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے امت مسلمہ کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔یہ وہ بنیادی مسائل ہیں جو فوری حل طلب ہیں اگر اسلامی ممالک سنجیدہ کوشش کریں تو بعید نہیں کہ تمام مسلمانوں کے مسائل نہ صرف حل ہوں بلکہ ان میں خوشحال نظر آئے۔امید کرتے ہیں کہ خطبہ حج پر نہایت ہمدردی سے غور وفکر کیا جائیگا۔

کراچی، عروس البلاد زخموں سے چور کیوں؟

یوں تو وطن عزیز کئی دھائیوں سے بدامنی کا شکار ہے۔خوف وہراس کی فضا سیاہ بادلوں کی طرح منڈلاتی رہتی ہے۔کوئی خطہ شہر محفوظ نہیں۔دہشت گرد بلاامتیاز اپنی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔اور لاتعداد بے گناہ اور نہتے انسانوں کو لقمہ اجل بنا چکے ہیں۔ایک طوفان ہے جو تھمنے میں نہیں آرہا ہے کبھی کسی روپ میں اور کبھی کسی روپ میں تباہی وبربادی پھیلا رہا ہے۔وہ علاقے جو افغان سرحد سے ملحق ہیں۔ان میں سے سنگین حالات تو سمجھ میں آتے ہیں کہ اس میں امریکی ڈرون حملوں کی وجہ سے تشویش پائی جاتی ہے اور ردعمل کے طور پر حالات خراب ہو جاتے ہیں۔لیکن کراچی میں ہونے والی قتل وغارت تباہی وبربادی کا سبب معلوم نہیں ہوتا؟ آخر وہ کون سے عناصر ہیں؟ جو بے دریغ انسانی قتل کر رہے ہیں۔اور یہ سلسلہ ہے کہ رکنے میں نہیں آتا۔اور نہ ہی اسکا سدباب کیا جارہا ہے۔حکومت اور تمام ریاستی ادارے خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔جبکہ سیاسی اور دینی جماعتیں اپنے فرائض سے غفلت کا شکار ہیں۔

کراچی جو کبھی عروس البلاد کہلاتا تھا۔آج زخموں سے چور ہے اسکو فوری مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔بہمیت کا شکار ہونے والے بے گناہ شہری کس سے فریاد کریں۔ان کے لواحقین اس قدر خوف زدہ ہیں کہ قتل کی رپورٹ تک درج نہیں کرواتے۔انہیں معلوم ہے کہ اسکا کیا نتیجہ نکلے گا جبکہ رپورٹ درج کرانے کی صورت میں پورا گھرانہ خطرناک صورت حال سے دوچار ہو جائے گا۔

اس قتل وغارت کے پس منظر میں بہت کچھ ہوگا۔یقیناً وہ لوگ کسی بڑے مقصد کو پانے کے